حکومتی بجٹ اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے معاشی تصورات (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

Government Budget and Economic Concepts of Dr. Muhammad Hamidullah (Research and Analytical Study)

*محمد فرمان علی **پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس لودھی

ABSTRACT:

The research work of Dr. Hamidullah communicates that he was the unique scholar of all the fields of Islamic studies. His excellent points of Tafseer-ul-Quran are full of knowledge and wisdom. The synopsis highlights the contribution and achievements of Dr. Hamidullah to understand the Holy Quran in modern age. He wrote many books of Islamic studies. These are full of his research work especially the unique and scholarly point of his Quranic comprehension. Dr. Hameedullah's economic concepts can be useful in current era. Because the verse number sixty of Surah touba is the fundamental principle of budget of Islamic government near him. He has explained beautifully and argumentatively consumers which are mentioned in this Surah. Several aspects have been defined out of this. Such as the revenue of tex will be added to treasury of state as booty, maal Fay, Khiraj, Jizya, Ushar and tax are also the collected revenue of state.the government can facilitade its citizens by consuming this revenue in different fields of life.

Key Words: Fay, Khiraj, Jizya, Ushar and Taxes.

زندگی کا دارومدار معیشت پر ہے، کیونکہ انسان زندہ ہی اسی بنیاد پر رہتا ہے اگر اس سے یہ نعمت چھین جائے تو وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ جب سے انسان اس دنیا میں آیا ہے تب سے ی اس کے ساتھ یہ سامان زندگی بھی بھیجا گیا یا وہ پہلے سے موجود تھا یا پھر پہلے دن سے لیکر بعد تک اس میں زندگی کو قائم رکھنے کے لیے اس کا اہتمام اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔ اسی معیشت کی بنیاد پر انسان کی زندگی کی بقاء ہے معیشت اور مال ہم معنی الفاظ ہیں۔ رآن مجید میں مال کو انسانیت کی بقاء اور انسانیت کے قیام کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔

اَمۡوَالَکُمُ الَّتِیۡ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ قِیٰمًا[1]

ترجمہ: اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس لحاظ سے قرآن مجید میں ہی اس چیز کا اب سے چودہ سو سال پہلے ذکر آچکا ہے کہ مال کی بڑی اہمیت ہے اگر زمانہ حال میں لوگوں کو یہ کہا جائے کہ مال کی بڑی اہمیت ہے اور دین اس سے غفلت برتتا ہے لہذا کیمونسٹ بننا چاہیئے۔ تو میں کہوں گا کہ اب سے چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کو ان کے دین نے یہ بتا دیا تھا کہ زندگی ایک دن بھی مال کے بغیر نہیں گزر سکتی۔ اسلامی مالیات پر ہمارے فقہاء نے نہایت قدیم زمانے

*Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

**Professor / Director Seerat Chair, BZU, Multan

سے ہی بہت سی کتابیں لکھیں ہیں۔ مثلاً امام ابویوسف کی کتاب "الخراج" یحی ابن آدم القرشی کی کتاب "الخراج" ابوعبید قاسم بن سلام کی کتاب "الاموال" اور اسی طرح کی اور کتابیں لکھی جاچکی ہیں کئی ایک چھپ بھی چکی ہیں۔ میں ان ساری کتابوں کے مئولفوں کا پورا ادب ملحفوظ رکھتے ہوئے عرض کروں گا کہ ان میں ایک کوتاہی نظر آتی ہے وہ یہ کہ انہوں نے تاریخی نقطہ نظر کو ملحفوظ نہیں رکھا۔ یعنی یہ کبھی نہیں بتایا کہ عہد نبوی میں مالیات کے متعلق ابتدائی صورت یا ہجرت سے پہلے مکہ میں کیا صورت تھی، مدنیہ آنے کے بعد ابتدا کی تھی رفتہ رفتہ کیا تبدیلی ہوئی اور بالآخر اس نے صورت اختیار کی؟ ان باتوں کا وہ کہیں بھی ذکر نہیں کرتے اس اکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہمارے دلوں میں خلش رہ جاتی ہے۔ مثلاً ہمارے مورخ اور ہمارے فقہاء بھی کہتے ہیں کہ زکوۃ ۹ ہجری میں فرض ہوئی۔ لیکن آپ قرآن مجید کی مکی صورتوں میں بھی لفظ زکوۃ کا استعمال پاتے ہیں تو مسئلہ الجھ جاتا ہے۔[2]

عہد نبوی ﷺ میں نظام زکوۃ کی ابتداء

قرآن مجید میں زکوۃ کو اسلام کا اہم رکن قرار دیا گیا ہے اسلام کا نظام زکوۃ حقیقت میں ایک معاشرے کو چلانے میں ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتا ہے۔ تو ایسا ناممکن ہے کہ مکی دور نبوی میں نظام زکوۃ نہ ہو کیونکہ زکوۃ کا نظام ایک اسلامی معاشرے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اگرچہ اسلامی معاشرے کی بنیاد آپ ﷺ نے مدینہ ہی میں رکھی تھی مگر مکی دور نبوی ﷺ میں بھی تو کوئی نہ کوئی بنیاد ہو گی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس حوالے سے جس آیت سے استفادہ کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

وَاٰتُوۡا حَقَّهٗ يَوۡمَ حَصَادِهٖ۔[3]

ترجمہ: اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو۔

قرآن میں ابتداء زکوۃ کے بارے میں صرف اشارے ملتے ہیں مذکورہ بالا آیت میں حق یعنی اللہ کا حق سے مراد زکوۃ ہی ہے اس طرح اور بھی آیات ہمیں ملتی ہیں جن میں صرف ایک لفظ زکوۃ نہیں بلکہ کئی اور لفظ بھی اس کے مترادف کے طور پر قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک معروف ترین لفظ صدقات ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ‌ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ‌ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ۔[4]

ترجمہ: یہ صدقات تو دراصل فقیروں، اور مسکینوں، کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے، اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں، اور مسافر نوازی میں، استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ‌ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ‌ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۔[5]

ترجمہ: اے نبی، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ، اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہو گی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں آیات میں لفظ "صدقہ" "زکوۃ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح لفظ "نفاق" نیز لفظ "نصیب" بھی ہمیں اسی معنی میں کئی جگہ ملتا ہے۔ غرض یہ کہ مکی دور میں اور مدنی دور میں کبھی ایک لفظ استعمال ہوتا ہے کبھی دوسرا لفظ اور اس کے سمجھے بغیر ہمیں دشواریاں آسکتی ہیں دوسری چیز جو اتنی ہی اہم ہے وہ یہ کہ اگر مکہ یہ میں زکوۃ فرض ہو چکی تھی۔ جس معنی میں ہم فرض سمجھتے ہیں تو اس کا ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملتا یعنی مکہ میں رسول ﷺ کی طرف سے اس کی وصولی اور خرچ کا انتظام کیا گیا ہو یا اس کی مقدار ہو، اس کی معیاد مقرر ہو، اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ ان حالات میں مجبوراً اس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے کہ زکٰوۃ ابتداء اور اس کا آغاز اخلاقی اور رضاکارانہ اساس پر ہوا۔ رسول ﷺ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ اپنی تجارت، زراعت اور دیگر کمائیوں سے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرو اور کوئی تعجب نہیں کہ وقتاً فوقتاً مسلمان خود رسول ﷺ کی خدمت میں مال پیش کرتے ہوں تاکہ اپنی صوابدیدگی سے اس مال کو خرچ کریں اور کبھی مسلمان براہ راست خود ہی اپنی صوابدید سے خرچ کرتے ہوں[6]۔ حکومت کی طرف سے ایک قانون بنا کہ سارے مالدار مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔ کیونکہ کہ ابتداء میں خیرات کا حکم بعد میں ٹیکس بن گئی۔[7] گویا کہ زکواۃ کا نظام کسی نہ کسی صورت میں مکی دور نبوی ﷺ میں موجود تھا، اگرچہ اسکی تفصیلات ہم تک نہیں پہنچی یا ہمیں اس سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ بالفرض وہ نظام اسلام نے نہیں دیا تھا جو مکی دور نبوی ﷺ سے پہلے یا مکی دور میں تھا تو اس کو ہم غیر اسلامی نہیں کہہ سکتے ہاں جب اللہ نے طریقہ بتادیا تو اب اس کے علاوہ کوئی طریقہ ہوگا تو اس کو ہم غیر اسلامی طریقہ کہے گے بشرطیکہ اس کے بارے حکم آجائے یا اس کے متبادل نظام آجائے۔ اگر اسلام نے کسی رسم و رواج کو نہیں بدلا تو گویا ایک طرح کا وہ بھی اسلامی حکم ہی تسلیم ہوگا۔

"جب رسول اکرم ﷺ مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہیں تو حالات بدلتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہاں ایک تو مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کی ضروریات بڑھتی ہیں، تیسرے مسلمانوں کے دفاع وغیرہ کے لیے مال کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمانوں کے مالی وسائل بھی بڑھ جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں بھی بہت سے مالدار مسلمان تھے جو زراعت پیشہ تھے، باغات اور زراعت سے انہیں کافی آمدنی ہوتی تھی اور وہ معین طور پر اس کا کچھ حصہ دے سکتے تھے۔ پانچویں یہ کہ وہاں مسلمانوں کی ایک حکومت بھی قائم ہو جاتی ہے لیکن مدینہ منورہ میں بھی ابتداء زکوۃ گویا ایک خیرات، ایک رضاکارانہ چیز اور غیر معین فریضہ تھا۔ کتنی مقدار میں دیں، کب دیں کسی کو دیں، رفتہ رفتہ ان باتوں کی اہمیت بڑھتی گی، ان سوالوں کا جواب دیا جائے گا اور اس میں وہ عناصر آجائیں گے جن کی بناء پر ہم آخر میں زکوۃ کو آج کل کے ٹیکسز سے الگ چیز نہیں سمجھ سکیں گے۔ جس طرح آج کل اگر کوئی شخص ٹیکس دینے سے انکار کرے تو حکومت جبر کر کے اس سے وصول کرتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں ہوا کہ انہوں نے منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد کیا اور بالجبر زکوۃ وصول کی"[8]

زکوۃ کا آغاز مکی دور نبوی ﷺ ہی سے شروع ہو چکا تھا اور مدنی دور میں یہ نظام تفصیلات کے ساتھ عروج تک پہنچا اور اس نظام کی بدولت مسلم معاشرہ پھلتا پھولتا گیا۔ کیونکہ اس نظام سے کمزور طبقات کو مستحکم کیا جاتا ہے۔ جس سے ان کی بنیادی ضروریات بہتر ہوتی ہیں۔

زکوۃ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

زکوۃ کا لفظ "زکی" سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی پاک کرنا، اصطلاح میں اس سے مراد ہر صاحب نصاب پر سال میں ایک مرتبہ

اس کے مال پر خاص مقدار میں فرض ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے قرآن میں مختلف مقامات پر احکامات دیئے گئے ہیں۔

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ۔[9]

ترجمہ: نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔

یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ[10]

ترجمہ: اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشو ونما دیتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَیَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ[11]

ترجمہ: اے ایمان لانے والو، ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَکِّیۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَیۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمۡ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ۔[12]

ترجمہ: اے نبی، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ، اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہو گی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوۡنَ۔[13]

ترجمہ: زکوۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔

زکوٰۃ کی فرضیت کے علاوہ اس کی اہمیت اس کے معاشرتی و معاشی فوائد و ثمرات میں چھپی ہوئی نظر آتی ہے۔ ان معاشی فوائد میں مال کا بڑھنا، معاشی مسائل کا حل ہونا، تزکیہ نفس، دولت کی منصفانہ تقسیم، سودی نظام کا خاتمہ اور طبقاتی کشمکش کا خاتمہ قابل ذکر ہیں۔ معاشرتی فوائد میں حرص و بخل کا خاتمہ، جرائم میں کمی، امداد باہمی، خوشحالی، گداگری کا خاتمہ، مال کی پاکیزگی، نیکی کا حصول، جذبہ قربانی، جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ اور رضائے الٰہی شامل ہیں۔

نظام عشر میں کمی بیشی

عشر بھی زکوٰۃ کی ایک قسم ہے۔ عشر کی اصطلاح زمینی پیداوار پر آتی ہے۔ کچھ زمینیں ایسی ہیں جہاں پر عشر ہے ان زمینوں کو بارانی زمینیں کہتے ہیں۔ کچھ زمینیں ایسی ہیں جہاں پر نصف عشر زکوٰۃ دینا ہوتی ہے۔ ان زمینوں کو نہری زمینیں کہتے ہیں۔ عشر میں کمی بیشی حکومت کی صوابدید پر ہو گی کہ وہ اس میں کمی بیشی یعنی اسے کم یا زیادہ کر سکتی ہے۔

وَاٰتُوۡا حَقَّهٗ یَوۡمَ حَصَادِهٖ۔[14]

ترجمہ: اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو۔

اس آیت کی وضاحت میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زراعت پر زکوٰۃ دینی چاہیے لیکن صرف لفظ، حق ہے یہ نہیں بتایا کہ کس مقدار میں عشر 10 / 1 یا اڑھائی فیصد یا پچاس فیصد۔ ایسی تفصیلات قرآن میں نہیں ملتی، یہ تفصیلیں ہمیں حدیث میں ملیں گی۔ لیکن قرآن کا اصول نظر آتا ہے کہ آمدنی کے ذرائع کے متعلق زیادہ تفصیل نہ دے بلکہ میری توجیہ صحیح ہے تو قرآن اسے حکومت کی صوابدید پر چھوڑ دیتا ہے کہ حسب ضرورت اس میں اضافہ و تخفیف کر سکے۔ جن چیزوں کا قرآن میں ذکر ہے اس پر تو ٹیکس لیا جائے گا لیکن اس کے علاوہ دوسری چیزوں پر بھی ٹیکس لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر کسی مقام پر مچھلیاں زیادہ ہو یا کسی مقام پر شہد کی مکھیوں سے تجارتی پیمانے پر آمدنی ہونے لگے تو اس کا ایک حصہ حکومت کو دیں۔ یہ ساری چیزیں زکوٰۃ بن جاتی ہیں"۔[15]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی اس رائے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت جہاں سمجھتی ہے کہ اس کاروبار پر ٹیکس لگنا چاہیے تو حکومت کی یہ صوابدید پر ہو گا کہ وہ کتنا ٹیکس لگائے۔ زندگی کے کسی شعبہ سے ہونے والی آمدنی کے متعلق بھی حکومت جہاں سمجھتی ہے کہ ٹیکس لگنا چاہیے اور کتنا لگنا چاہیے تو یہ جائز ہے یہ سب چیزیں زکوٰۃ کے نظام میں آجاتی ہیں۔

زکوٰۃ و عشر کے علاوہ ٹیکس کی حیثیت

اسلامی ریاست میں حکومت زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ بھی اپنے ملک کے شہریوں پر ٹیکس لگا سکتی ہے نوائب کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ نوائب کے معنٰی بھی یہی ہیں کہ ایک اسلامی حکومت اپنے شہریوں پر زکواۃ اور عشر کے علاوہ مزید ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔ یہ اس صورت میں جائز ہوتا ہے جب کسی ملک میں فلاح و بہبود کے کاموں کے لیے رقم نہ ہو تو موجودہ اسلامی حکومت اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ کتنا ٹیکس شہریوں پر لگایا جائے۔ یہ ٹیکس ملکی باشندوں پر مختلف طرح سے لاگو کیا جائے گا۔ جتنا کسی کا روزگار زیادہ ہو گا یعنی اس کی ماہانہ آمدنی کتنا ہوتی ہے اس لحاظ سے ٹیکس لگایا جائے گا۔ مختصر یہ ہے کہ ٹیکس مختلف قسم کا ہو گا اگر ملکی باشندے ٹیکس ادا نہیں کرے گے تو مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ملک میں طرح طرح کے مسائل جنم لے سکتے ہیں۔

ایک سائل نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے پوچھا کہ زکوٰۃ اور عشر کی موجودگی میں دیگر درجنوں ٹیکسوں کو بالخصوص دیہی علاقوں میں تھوپ دیا جاتا ہے یہ کہاں تک اور کیوں کر جائز ہے؟ اس پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں۔ اگر ملک کی ضرورتیں زکوٰۃ اور عشر سے پوری نہیں ہوتی تو اپنی مدد آپ کے تحت، دین کی حفاظت کے لیے زائد رقم دینا پڑے گی ورنہ خودکشی ہو گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ۔[16]

ترجمہ: اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔

اس کا شان نزول ہمارے مفسر مالی بخل ہی بیان کرتے ہیں۔[17]

زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اپنی رعایا پر جو حکمران ٹیکس عائد کرتا ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اس کی ضرورت بھی ہو، اگر ایک ملک خوشحال ہے اور وہ ٹیکس زیادہ سے زیادہ اپنی رعایا پر عائد کرتا ہے تو یہ درست نہیں ہے اور یہ ٹیکس کی رقم بھی ملکی خزانے میں جمع ہو گی اور یہ رقم عوام کی فلاح و بہبود کے کاموں پر لگائی جائے گی نہ کہ حکمرانوں کی سہولتوں اور عیاشیوں پر کیونکہ یہ عوام کا پیسہ ہے ان کے علاوہ ٹیکسوں میں محصول چنگی

بھی ایک طرح کا ٹیکس ہے جو جائز ہے۔

"البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ چنگی عہد نبوی میں بھی تھی خلافت حضرت عمرؓ میں بھی تھی یہ یاد رہے کہ اور ذرائع سے مسلمانوں سے رقم حاصل کرنا ضرورت کے وقت جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر ضرورت زمانہ سے زکوٰۃ کی آمدنی ہمارے لیے کافی نہ ہو تو ہمیں اور بھی وسائل اختیار کرنے ہوں گے، اور ہماری رعیت کو ان حالات میں اپنی طرف سے کچھ زائد ٹیکس دینے پڑیں گے آج کل ایک ایک ہوائی جہاز کی قیمت کروڑوں روپے ہونے لگی ہے۔ اب اگر ہم ہوائی جہاز خریدنے کے لیے رقم فراہم نہ کریں کیونکہ زکوٰۃ کی رقم ناکافی ہے، تو ہماری زندگی ہی خطرے میں پڑ جائے گی لہذا ہم خوش دلی کے ساتھ اپنی مدد اور حفاظت کے لیے کچھ زائد ٹیکس دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے ان حالات میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی عملی دشواری نہیں رہتی۔"[18]

حقیقت میں زکوٰۃ ۹ھ میں فرض نہیں ہوئی بلکہ اس کی ادائیگی کا حکم تو گذشتہ پیغمبروں کو بھی دیا گیا تھا۔ انہوں نے خود بھی اور اپنے پیروں کاروں کو بھی اس کی پابندی کا حکم دیا۔ حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں حکم فرمایا گیا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۔وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا۔[19]

ترجمہ: اور اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا ذکر کرو۔ وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کو تو اس طرح اللہ نے وصیت کی کہ جب تک تو زندہ رہ نماز اور زکوٰۃ پر قائم رہے۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا۔ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا[20]

ترجمہ: بچہ بول اٹھا" میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی، اور نبی بنایا، اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں، اور نماز اور زکوۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔

مشرکین کا نظام زکوٰۃ

اسلام کا نظام زکوٰۃ کے برعکس مشرکین کا نظام زکوٰۃ بھی رائج ہے۔ آج بھی اس نظام کی مثالیں ہمارے معاشرے میں ڈھونڈنے سے مل جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ طریقہ جاہلیت پر مبنی ہے اور ہر دور میں رہا، اس کو مشرکین مکہ نے اختیار کیا جس کے اثرات اکثر مسلم معاشروں میں بھی نظر آتے ہیں۔ اس نظام میں لوگ اپنے مال میں اللہ کا حق اور اس کے علاوہ کسی دوسروں کے لیے بھی حق مقرر کرتے ہیں۔ قرآن اس کی طرف ہماری راہنمائی فرماتا ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَاۗىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَاۗىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰي شُرَكَاۗىِٕهِمْ ۭسَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۔[21]

ترجمہ: ان لوگوں نے اللہ کے لیے خود اسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصّہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے، بزعم خود، اور یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لیے۔ پھر جو حصّہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا مگر جو اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ کیسے برے فیصلے کرتے ہیں یہ لوگ۔

"زمانہ جاہلیت میں مشرکوں کے ہاں بھی ایک طرح کی زکوٰۃ پائی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی پیداوار کا ایک حصہ اپنے بتوں کو دیتے تھے کچھ اللہ کے لیے رکھتے تھے پھر قرآن میں ان پر طنز کیا گیا ہے کہ اتفاقاً کسی وجہ سے بتوں کا کچھ حصہ اللہ کے حصہ میں پڑ جاتا ہے تو اسے لے کر دوبارہ بت کو دے دیتے ہیں۔ لیکن اگر مثلاً ہوا کے چلنے سے یا کسی اور وجہ سے اللہ کا کچھ حصہ بتوں کے پاس چلا گیا تو اللہ کو نہیں دلاتے، بتوں ہی کے لیے رہنے دیتے ہیں"[22]

ایک بات تو یہ سامنے آئی کہ مشرکین اپنے مال میں سے غیر اللہ پر خرچ کرتے ہیں ان کے لیے حصہ نکالتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ اللہ سے بڑھ کر اپنے شریکوں یعنی بتوں کے لیے لازم سمجھتے ہیں تیسرا یہ کہ بتوں کے حصے کے ساتھ ساتھ اللہ کا بھی حصہ سمجھتے ہیں۔

مال غنیمت اور مالیہ

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔[23]

ترجمہ: کہو" یہ انفال تو اللہ اور اس کے رسول کے ہیں۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰي وَالْيَتٰمٰي وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ[24]

ترجمہ: اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصّہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

ال غنیمت کا پانچواں حصہ اور "مالیہ" پورے کا پورا سرکاری خزانے میں آجاتا ہے۔

وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔[25]

ترجمہ: اور جو مال اللہ نے ان کے قبضے سے نکال کر اپنے رسول کی طرف پلٹا دئے، وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں، بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے۔ تسلط عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اگر دشمن سے لڑائی ہو اس دوران جو دشمن کا مال مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اسے مال غنیمت کہتے ہیں۔ اور مالیہ میں مندرجہ بالا آیت کی تشریح میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ دو چیزیں بیان کرتے ہیں۔ مال فئے اور خراج۔

مال فئے اور خراج

دشمن سے جنگ کیے بغیر جو مال مسلمانوں کے قبضہ میں آئے گا اسے مال فئے کہیں گے۔ اگر دشمن جنگ کیے بغیر یہ قبول کرے کہ ہم آزاد تو رہیں گے لیکن تمہیں اس قدر سالانہ رقم دیا کریں گے۔ اس کو خراج کہتے ہیں۔ مالیہ کے متعلق یہ چیزیں اور یہ آمدنیاں فئے کہلاتی ہیں۔

ان کو تقسیم کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ سارے کا سارا سرکاری خزانہ میں آجاتا ہے۔[26]

مصارف زکوٰۃ

مصارف زکوٰۃ کی تشریح بڑے خوبصورت اور مدلل انداز میں کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا نظریہ جمہور علماء سے تھوڑا ساہٹ کر ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ‌ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ[27]

ترجمہ: یہ صدقات تو دراصل فقیروں، اور مسکینوں، کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے، اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں، اور مسافر نوازی میں، استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔

اس آیت میں مصارف زکوٰۃ کی تعداد آٹھ بتائی گئی ہے ان مصارف زکوٰۃ کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور اس کی توجیہہ بھی کی ہے۔ مذکورہ آیت ان کے نزدیک حکومتی بجٹ کا اساسی اصول ہے۔

فقراء و مساکین

فقراء اور مساکین میں تقریباً اختلاف رہا کہ ان میں کیا فرق ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ امام شافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا بیان ہے کہ چونکہ آٹھ مدات میں رقم خرچ کرنے کا حکم ہے لہذا آمدنی ۱/۸ حصہ ہر اک مد کو دلایا جائے اس بات میں دوسرے آئمہ اختلاف کرتے ہیں ابتداء میں دو نام فقراء اور مساکین بظاہر دونوں مترادف لفظ ہیں مگر اس میں اختلاف رائے رہا ہے۔ اس اختلاف رائے کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا تو امام شافعی نے کہا کیونکہ اللہ نے آٹھ مدوں کا ذکر کیا کہ ان میں خرچ کر اور اللہ نے اپنے وفور رحمت سے غریبوں کا دگنا حصہ دلانا چاہا، اس لیے دو نام استعمال کیے گئے ہیں (۱/۸) فقرا کیلئے اور (۱/۸) مسکینوں کے لیے بھی یعنی دونوں غریبوں کے لیے کہ بجائے (۱/۸) کے (۲/۸) یا ایک چوتھائی دونوں آمدنی ان لوگوں کیلئے خرچ کی جائے۔ فقراء و مساکین کے متعلق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے امام ابو یوسف کی کتاب "الخراج" لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں یہ نظر آتا ہے کہ زکوٰۃ کی آمدنی سے یہودیوں کی بھی مدد کی جاتی تھی۔ قصہ یہ ہے ایک روز حضرت عمرؓ مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ ایک شخص بھیک مانگ رہا ہے انہیں حیرت ہوئی کہ میرے زمانے میں لوگ بھیک مانگیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حکومت کا فریضہ ہے کہ غریبوں کی مدد کرے، انہیں کھلائے پلائے اس سے پوچھتے ہیں تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں ایک یہودی ہوں اب تک کاروبار کیا کرتا تھا اور جزیہ دیا کرتا تھا اب بوڑھا ہو گیا ہوں کام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجبور ہوں کہ بھیک مانگوں تو حضرت عمرؓ بے حد متاثر ہوئے اور فوراً اپنے افسر خزانہ کو حکم دیا کہ اس یہودی سے آئندہ جزیہ نہ لیا جائے بلکہ مزید بر آں اس کیلئے روزینہ مقرر کر دیا جائے۔ ان کے الفاظ ہیں کہ ھذا مساکین اہل کتاب یہ مساکین کی مد میں آتا ہے اس لیے زکوٰۃ سے اس کو رقم دی جائے دوسرے معنی میں حضرت عمرؓ کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے اور بعض دیگر صحابہ کی رائے مثلاً زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے سے مماثل ہے جس کا ذکر طبری نے کیا ہے کہ زکوٰۃ غیر مسلموں کی دی جا سکتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ فقراء سے مراد مسلمانوں کے فقیر اور مساکین غیر مسلم رعیت کے فقیر ہوں گے۔[28]

عاملین

حکومت کے وہ کارندے جو زکواۃ کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں انہیں عاملین زکوٰۃ کہتے ہیں۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ عاملین کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں "اس سے مراد پوری سول ایڈمنسٹریشن ہے تو حیرت کی بات نہ ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کو جمع کرنے والے، زکوٰۃ کا حساب کرنے والے، زکواۃ کے حساب کی جانچ پڑتال یا آڈیٹنگ کرنے والے زکوٰۃ کو تقسیم کرنے والے تقسیم کی نگرانی کرنے والے یہ سب لوگ عاملین میں آجاتے ہیں چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پوری سول ایڈمنسٹریشن یعنی سرکاری ملازمین کی تنخواہ زکوٰۃ کی آمدنی سے دی جائے گئیں۔[29]

مئولفتہ القلوب

اس سے وہ لوگ ہیں جن کے دل موہ لینے کی تمہیں ضرورت ہے کہ وہ ملت اور مملکت کے مفاد میں رہے گئے ان پر بھی خرچ کیا جائے گا۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ ابو یعلی الفرا الحنبلی کی کتاب "الاحکام السلطانیہ" سے مولفتہ القلوب کی تفصیل لکھتے ہیں۔جن لوگوں کا دل موہ لینا ہے ان کی چار قسمیں ہیں۔

"پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جن کو رقم اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کو رقم اس لیے دی جائے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے باز رہے۔تمام حالات میں وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچاسکتے ہیں۔لیکن اگر ان کو دے دیں تو مثلاً جنگ کے زمانے میں وہ غیر جانب دار رہیں گے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچائے گے۔تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہیں رقم اس لیے دی جائے کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جن کو رقم اس لیے دی جاتی ہے کہ ان کی وجہ سے ان کے قریبی رشتہ دار، ان کے قبیلے کے لوگ اور ان کے خاندان کے لوگ اسلام قبول کرلیں۔اس کے بعد وہ ایک جملے کا اضافہ کرتے ہیں کہ یہ رقم مسلمان اور غیر مسلم کسی کو بھی دی جاسکتی ہے ظاہر ہے کہ کسی کی تالیف قلب کرنی ہو یا کسی کو مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچانے کیلئے رقم دی جاتی ہو تو وہ غیر مسلم ہی ہوگا۔لیکن امام ابو یعلی صراحت سے کہتے ہیں کہ وہ چاہیے غیر مسلم ہو یا مسلم اس کو "مولفتہ القلوبھم" کے تحت زکوٰۃ کی آمدنی سے رقم دی جاسکتی ہے"۔[30]

معلوم یہ ہوا کہ مولفتہ القلوب سے مراد وہ مسلم اور غیر مسلم شہری ہیں جن کی تالیف قلب کی جاسکتی ہے زکوٰۃ کے ذریعے سے غریب شخص چاہیے وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔زکواۃ کی رقم سے ان کا ماہانہ وظیفہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔

فی الرّقاب

فی الرقاب سے مراد گردنیں چھڑانا کے ہیں اس کے دو معنی لیے جاتے ہیں پہلا یہ کہ ملک کے غلاموں کو آزاد کرانا دوسرا یہ کہ اسلامی مملکت کی مسلم رعایا یا غیر مسلم رعایا اگر دشمن کے قبضے میں ہے یا دشمن نے قید کیا ہوا ہے تو ان کو فدیہ دے کر رہا کروانا۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے طبقات ابن سعد کے حوالے سے عمر بن عبد العزیزؒ کے ایک خط کو نقل کیا ہے جو انہوں نے یمن کے گورنر کے نام لکھا تھا اس خط میں انہوں نے لکھا ہے کہ "جتنی رعایا دشمن کے ہاتھ قید ہو اس کو چھڑانے کیلئے سرکاری خزانے سے رقم خرچ کی جائے اس صراحت کے ساتھ کہ وہ مسلمان ہو یا ذمی ہو گویا رقاب کے سلسلے میں اسلامی رعیت کو دشمن کی قید سے رہائی دلانے کیلئے جو فدیہ دیا جاتا ہے اس میں بھی مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز نہیں ہے جس طرح فقراء اور مساکین کے سلسلے حضرت عمرؓ کی رائے میں زکواۃ کی رقم سے غیر مسلم کی مدد کی جاسکتی ہے[31] "مولفۃ القلوبھم"

کے سلسلے میں بھی ہم دیکھ چکے ہیں اس طرح رقاب کے سلسلے میں بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ زکوٰۃ غیر مسلموں پر خرچ کی جاسکتی ہے۔

غارمین

غارمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو مقروض ہوگئے ہو اس میں خاص طور پر وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو اگرچہ مالدار ہوتے ہیں کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں مگر اچانک کسی ایسے حادثے کا شکار ہوجاتے ہیں جسکی وجہ سے ان پر مالی بوجھ بڑھ جاتے ہیں / جاتا ہے۔ مثلاً کسی کا مال چوری ہوگیا کوئی زلزلہ آیا اس سے کسی کا مال ضائع ہوگیا وغیرہ۔"حضرت عمر کے زمانے میں بظاہر اس لفظ غارمین سے استنباط کرکے ایک نئی چیز کا ہمیں اضافہ نظر آتا ہے اور وہ سرکاری خزانے سے لوگوں کو امداد نہیں بلکہ قرض دینا ہے کوئی شخص کھاتا پیتا ہے اس کی امداد کی ضرورت نہیں لیکن اس کو مال کی ضرورت ہے مثلاً تجارت کے لیے یا کسی اور کام کے لیے تو حکومت اس کو قرض دیتی ہے اور قرض ظاہر ہے کہ بلا سود ہی ہوگا کیونکہ حکومت یہ وہ ادارہ ہے جو سود کی آمدنی کا خیال کیے بغیر رعایا کی آمدنی، رعایا ہی کو قرض دے سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا طرز عمل یہی نظر آتا ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً لوگوں کو سرکاری خزانے سے بلا سود قرضے دیتے۔ اس سے خود حضرت عمرؓ بھی فائدہ اٹھایا کرتے تھے ان کی آمدنی کم تھی ان کی تنخواہ بھی کم تھی۔ کبھی بھی ان کو ضرورت پیش آتی تھی تو سرکاری خزانے سے قرض لیتے تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماہ تنخواہیں نہیں بٹتی تھیں۔ بلکہ چھ ماہ میں ایک بار تو اپنی تنخواہ کے ملنے کے بعد ادائیگی کردیتے۔ حضرت عمرؓ کی طرح اور لوگوں کو بھی اس سے استفادہ کرنے کا موقع ملتا تھا۔ لفظ "غارمین" سے یہ بھی استنباط کیا گیا تھا۔[32]

بلا سود قرضے

حکومت اپنے شہریوں کو بلاسود قرضے فراہم کرنے کی مجاز ہے زکوٰۃ کی رقم سے مفلوک الحال افراد کو قرض دیئے جائیں۔ خود حکومتی عہدے دار بھی قرضے لے کر فائدہ اٹھاسکتے ہیں لیکن لازم ہے کہ اس رقم کو وقت آنے پر حکومتی خزانے میں واپس کروانا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت زکواۃ کی رقم سے لوگوں کو بغیر سود کے قرضے دے۔ یہ سب غارمین کی اصطلاح سے ماخوذ ہے۔

فی سبیل اللہ

زکوٰۃ کی رقم فی سبیل اللہ کے کاموں میں خرچ ہوگی ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ: "اس سے مراد فوجی انتظام اور دفاع کا اہتمام ہے، سول ایڈ منسٹریشن کا ذکر "عاملین علیھا" کے تحت ہوچکا ہے فی سبیل اللہ کے تحت پوری ملٹری ایڈ منسٹریشن آجاتی ہے سپاہیوں کی تنخواہ کی ادائیگی، اسلحہ کی فراہمی اور دیگر فوجی ضروریات سب اس مد کے تحت آجاتی ہیں۔ نیز اور چیزیں بھی مثلاً مسجدوں کا بنانا، کارواں سرائے تعمیر کرنا، مدرسوں کی تعمیر وغیرہ یہ ساری چیزیں فی سبیل اللہ کے تحت اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے تحت آجاتی ہیں".[33]

ابن سبیل

ابن سبیل کے لغوی معنی راستے کا بچہ مراد ہے مسافر جو سفر کررہے ہیں ابن سبیل کے متعلق بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی رائے ہمیں باقی علماء سے مختلف نظر آتی ہے۔ ان کے مطابق "اس میں بھی مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہوتی تھی کوئی غیر مسلم کسی مقام سے گزرے، مثلاً وہاں سب مسلمان ہوں تو اس کی مہمان نوازی اور اس کی ضرورتوں کا انتظام کرنا یہ حکومت کے فرائض میں داخل تھا اس کو اور بھی

زیادہ وسیع دے کر کہہ سکتا ہوں کہ ابن سبیل کے معنی پورے Tourist Traffic کا انتظام ہے اس میں سڑکوں کا بنانا، پلوں کی تعمیر، اس میں پولیس کا انتظام کرنا کہ گزرنے والوں کی جان و مال محفوظ رہے اسی طرح بازاروں کی نگرانی کہ وہاں پر دغا اور فریب نہ ہو۔ غذا صحت کے لیے مفر نہ ہو وغیرہ وغیرہ یہ سب ابن السبیل کے لفظ کے تحت آجائیں گئے۔ بلازی نے لکھا ہے کہ شام کے سفر کے دوران حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ کی مد سے غریب اور محتاج عیسائیوں کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ ابوعبیدہ کی کتاب الاموال کے مطابق تو رمضان کی عید کا صدقہ فطر بھی عیسائی راہبوں کو دیا جاتا رہا ہے۔[34]

مصارف زکوٰۃ کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق زکوٰۃ کی رقم سے غیر مسلموں کو بھی فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے اس کے علاوہ بہت سارے شعبہ زندگی میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ باقی ہمارے علماء نے ایسی راہنمائی بہت کم فراہم کی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کی رقم سے غیر مسلم کو وہ غریب ہو یا مسافر ہو یا اس کی تالیف قلب کی ضرورت، فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ذمی دشمن کے ہاں قید میں ہو تو اس کو چھڑانے کے لیے بھی زکوٰۃ کی رقم استعمال ہو سکتی ہے۔ مزیز برآں زکوٰۃ کی رقم سے شہریوں کو بغیر سود کے قرضے دیئے جاسکتے ہیں۔ حکمران بھی اگر چاہتے ہیں کہ ضرورت ہے تو وہ بھی قرضہ کے طور پر زکوٰۃ کا پیسہ لے سکتے ہیں لیکن یہ قرضہ واپس کرنا ہو گا۔ رقم واپس کرنے کی نیت سے قرضہ لینا درست ہو گا ورنہ غلط ہو گا۔ ایسا نہیں کہ حکومت سے قرض لے لیا جائے اور پھر اس انتظار میں رہے کہ اب کسی طرح قرضہ معاف ہو جائے یہ درست نہیں ہے، کیونکہ یہ ملک کی عوام کا پیسہ ہوتا ہے۔

جزیہ

اسلامی حکومت غیر مسلم شہریوں سے ان کی جان اور مال کی حفاظت عوض جو ٹیکس وصول کرتی ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ قرآن میں اسکا ذکر ہے کہ:

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ[35]

ترجمہ: ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں چھوٹے بن کر رہیں۔

اس آیت کی وضاحت میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں۔ یہ حکم اولاً صرف اہل کتاب یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کے متعلق خیال کیا گیا۔ لیکن عمرؓ کے زمانے میں عملاً اس میں مجوسیوں یعنی پارسیوں کو شامل کیا گیا۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں بربر جو شمالی افریقہ میں رہنے والی ایک بت پرست قوم تھی، ان کو بھی اس میں شامل کیا گیا۔ پھر اس کے بعد جلد ہی جب سندھ فتح ہوا تو ہندو اور بدھ مت کے لوگوں کو جو وہاں پائے جاتے تھے۔ اسی زمرے میں شامل کر لیا گیا اور وہ بھی جزیہ دینے لگے اسی طرح غیر مسلم رعایا سے بھی ٹیکس لیے جاتے تھے۔[36]

ٹیکس کی شرح مختلف ہوتی تھی۔ اگر ایک مسلمان دوسرے ملک سے کوئی سامان بیچنے کے لیے آئے گا اس پر اڑھائی فیصد شرح کے حساب سے ٹیکس یعنی چنگی وصول کی جاتی۔ اگر کوئی ذمی ہوتا تو اس سے پانچ فیصد سے ٹیکس لیا جاتا۔ اسی طرح کوئی غیر ملکی ہو اور وہ غیر مسلم بھی ہو تو اس سے دس فیصد کے حساب سے ٹیکس لیا جاتا تھا۔ اس طرح ٹیکس کی شرح مختلف ہوتی ہے۔ عوام کی سہولت کو سامنے رکھتے ہوئے حکومت اس میں کمی بیشی بھی کر سکتی ہے۔

"حضرت عمرؓ کے زمانے میں مدینہ میں گرانی بڑھنے لگی تو انہوں نے غیر ملکی غیر مسلم تاجروں سے محصول درآمد یا امپورٹ ڈیوٹی بجائے دس فیصد کے پانچ فیصد کردی تاکہ سامان کے نرخ میں تخفیف ہو اور لوگوں کو گرانی کی جگہ ارزانی میسر ہو"[37]

مہنگائی کم کرنا حکومت کی ذمہ داری

اس رائے سے یہ معلوم ہوا کہ مہنگائی کم کرنے کے لیے اگر حکومت کو ٹیکس میں تخفیف بھی کرنا پڑے تو اس کو ضروری کرنا ہوگا تاکہ عوام مہنگائی سے پریشان نہ ہو۔ اگر حکومت ٹیکس بڑھاتی ہے تو مہنگائی بڑھ جاتی ہے جس کا خمیازہ غریب عوام پر پڑتا ہے۔ بحیثیت معاشی مفکر کے طور پر بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا نقطہ نظر کار آمد ہے۔ ان کی یہ رائے مروجہ رائے سے منفرد نظر آتی ہے۔ مصارف زکوٰۃ والی آیت کو وہ حکومتی بجٹ کی اساس کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک زکوٰۃ اور ٹیکس میں کوئی زیادہ فرق نہیں، زکوٰۃ، مال فئے، خراج، عشر، دفینے اور ٹیکس وغیرہ کی آمدنیاں یہ سب سرکاری آمدنیاں ہیں۔ ان سے پورا حکومتی ڈھانچہ گردش کرتا ہے۔ مصارف زکوٰۃ کی تشریح بڑے خوبصورت اور مدلل انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا نظریہ جمہور علماء سے تھوڑا ساہٹ کر ہے۔ مصارف زکوٰۃ میں "فقراء اور مساکین" میں یہ فرق کرتے ہیں کہ فقراء سے مراد مسلمان فقیر ہیں اور مساکین سے مراد غیر مسلم رعیت کے فقیر ہیں۔ مصارف زکوٰۃ میں "عاملین" پوری سول ایڈمنسٹریشن ہے یعنی سرکاری ملازمین کی تنخواہ زکوٰۃ کی آمدنی سے دی جاسکتی ہے۔ مئولفۃ القلوب میں حکومت مخفی طور ملت و مملکت کے مفاد میں لوگوں پر رقم خرچ کرسکتی ہے۔ وفی الرقاب کی مد میں مسلم اور غیر مسلم رعایا دشمن کے ہاتھ سے انہیں فدیہ دے کر رہائی دلا سکتی ہے۔ غارمین میں وہ تمام لوگوں جو اچانک کسی حادثے میں غریب ہو جائے ان کی وقتی طور پر مدد کی جائے گی۔ فی سبیل اللہ" کے تحت پوری ملٹری ایڈمنسٹریشن آجاتی ہے۔ سپاہیوں کی تنخواہ کی ادائیگی، اسلحہ کی فراہمی اور دیگر فوجی ضروریات اس مد کے تحت پوری کی جائے گی۔ "ابن السبیل" میں مکمل Tourist Traffic کا انتظام ہے۔ چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم سب اس میں شامل ہیں۔

حوالہ جات

---

[1] النساء5:4

[2] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، تحقیق تخریج و تعلیق (ڈاکٹر عبالمجید بغدادی) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 2016ء، ص331

[3] الانعام141:6

[4] التوبہ60:9

[5] التوبہ103:9

[6] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص332

[7] حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلامی ریاست، لاہور، طیب پبلیشرز، ص43

[8] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص333

[9] البقرہ43:2

[10] البقرہ276:2

[11] التوبہ 34:9

[12] التوبہ 103:9

[13] المومنون 4:23

[14] الانعام 141:6

[15] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص338-339

[16] البقرہ 195:2

[17] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص322

[18] ایضا

[19] مریم 19:54-55

[20] مریم 19:31-32

[21] الانعام 136:6

[22] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص333

[23] الانفال 1:8

[24] سورہ الانفال 41:8

[25] الحشر 6:59

[26] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص337

[27] التوبہ 60:9

[28] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص340

[29] ایضا، ص340

[30] ایضاً، ص341

[31] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور ص340 / حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلامی ریاست، ص43

[32] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص341

[33] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص342

[34] ایضاً، ص342-343

[35] التوبہ 29:9

[36] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور ص344 / حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلامی ریاست، ص55

[37] ایضاً، ص344